پیامِ اقبال Bahria Research Journal on Iqbal Studies (BRJIS)
3(2), 16-29, 2024

پاکستان میں فنون لطیفہ کی صورتحال افکار اقبال کے تناظر میں

Current State of Arts in Pakistan in the Perspective of Iqbal Thought

Muhammad Irfan
Department of Iqbal Study, Allama Iqbal Open University, Islamabad
Irfan31323659@gmail.com

Abstract

Fine Arts serve as a crucial avenue for expressing a nation's worldview, aspirations, and lofty objectives. They include five core disciplines: music, painting, poetry, singing, and dance. This article, through an in-depth review of literature and narrative analysis of both primary and secondary sources on Iqbal's views on art and literature, explores his interpretations of art. It also investigates the relevance of these ideas in today's world. Iqbal's perspective on art is closely tied to his philosophy of *Khudi* (selfhood). For him, art is a potent form of expression, and any artistic creation that lacks self-awareness or self-reflection is unsatisfactory. According to Iqbal, art that disconnects people from their true selves cannot be considered meaningful or creative. In both his Persian and Urdu poetry, Iqbal critically examines various art forms, identifying their merits and drawbacks. His reasoning is based on his philosophy of Khudi, where he classifies art as either acceptable or unacceptable depending on its influence on an individual's character and sense of self. Art that reinforces the self is considered constructive, while art that diminishes or dulls the self is deemed destructive and, thus, should be avoided. He argues that shallow art fails to reach the core of human personality, instead promoting disorder and confusion in society. Iqbal also acknowledges the historical connection between art and religion, highlighting that the highest forms of art, such as architecture, should embody both elegance and grandeur (*Dilbari* and *Qahiri*). Iqbal's concept of Khudi provides a framework for guiding artistic endeavors, encouraging the creation of works that represent the distinct values of Muslim culture and civilization.

Keywords: Iqbal, selfhood, art, poetry, Muslim architecture, expression, Khudi

کلیدی الفاظ: موسیقی، ڈرامہ، روحانیت، مصوری، اقبال، آرٹ، خودی

پاکستان میں آرٹ کو خاص اہمیت حاصل ہے، مختلف انداز میں اپنے آرٹ کو نمائش کرنے کی طرف بھی کافی رجحان ہے۔ عصر حاضر کے اہم فنون لطیفہ ڈرامہ، فلم اور موسیقی ہیں اور یہ تینوں فنون ٹیکنالوجی کے بغیر نامکمل ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ آرٹ میں کافی حد تک تبدیلیاں آئی ہیں۔ لوگوں کے رجحانات بدل گئے ہیں۔ فنون لطیفہ جمالیاتی حس کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ ان کی پانچ اقسام ہیں: موسیقی، مصوری، شاعری، سنگتراشی اور رقص۔ فنون لطیفہ شروع سے ہر قسم کے مذہب کے ساتھ بھی وابستہ رہے۔ انسان کا بہترین فن تعمیر، جس میں حسن و عظمت کی آمیزش ہو، جو جمیل بھی ہو اور جلیل بھی، اس کے معبدوں میں نظر آتا ہے۔ سنگ تراشی، صنم تراشی اور مصوری بھی شروع سے مذہب کے ساتھ وابستہ رہی ہیں۔ مذہب کے تصورات میں بھی فن لطیف موجود ہے۔

پرانے زمانے کے جو نوادرات ہیں ان سے پتہ چلتاہے کہ معاشرے کی جو تصویر تھی وہ کس قسم کی تھی۔ اس لیے موجودہ دور میں بھی جہاں پر یہ مسائل ہیں وہاں ان تمام باتوں کو سامنے رکھ کر آرٹس میں اور فنون میں ہمیں ایک ایسا طرز عمل سامنے رکھنا ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے ایک مثبت تبدیلی پیدا کرے اور ایک اعلیٰ تہذیب کی عکاسی کرے۔ کوئی بھی آرٹسٹ جو ماہر ہے وہ کبھی بھی صرف مذہبی یا ملحد نہیں ہو سکتا بلکہ وہ فن میں ایک ایسا کمال پیدا کر دیتا ہے کہ جس سے انسان کی روح ان تمام باطنی چیزوں کو چھوڑ کر خدا کی معرفت کی پہچان پا لیتی ہے۔

آرٹسٹ اپنے رجحان کے مطابق معمولی روزمرہ کے کسی واقعے سے اتنا متاثر ہوتا ہے کہ وہ اس کے لیے محرک کی تحریک بن جاتا ہے۔ ایسے ماہرین گزرے ہیں جنہوں نے رنگ وخطوط کو دیکھ کر نئے سُر دریافت کیے،اس طرح مصوری اور مجسمہ سازی کے استاد ہیں جنہوں نے موسیقی کو سن کر رنگ وخط کی خاص شکلیں پیدا کیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کی طرح آرٹ حقیقت میں ایک ہے چاہے اس کے فنی اور اصطلاحی مظاہر میں فرق کیوں نہ ہو۔ اسی طرح قومی سیرت کے مظاہر مختلف ہوتے ہیں لیکن اس کی حقیقت ایک ہے۔ اقبال نے ہمیشہ ایسے فنون کی قدر کی ہے۔ اقبال توانائی کا قدردان ہے چاہے وہ اپنوں میں ملے یا غیروں میں، چاہے عالمِ فطرت میں یا عالمِ انسان میں۔ اقبال کے مطابق زندگی کے مظاہر کی طرح آرٹسٹ بھی منطق کا پابند نہیں ہوتا وہ اپنے جذبے کی ہم آہنگی چاہتا ہے نہ کہ منطق کی۔ وہ جذبے کے ذریعے حقیقت پر قابو پاتا ہے اسلیے اسکے نزدیک خود حقیقت کی روح جذبے میں مضمر ہے۔

اقبال کے آرٹ کا نظریہ آپ کے فلسفہ خودی کے تابع ہے۔ اس کے نزدیک آرٹ خودی ہی کے اظہار کا ایک وسیلہ ہے اور وہ آرٹ جس میں خودی کی بقا نہیں رہتی، کوئی مستحسن چیز نہیں۔ اقبال فنون لطیفہ کو جاندار، مفید اور تعمیری عمل سے جڑا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں وہ ہر فن میں مقصدیت کے قائل ہیں۔ وہ فن برائے فن کے قائل نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قومیں جب کمزور ہوتی ہیں تو وہ فن برائے فن میں گھس جاتی ہیں اور اس کے بعد وہ نقل کرتی رہتی ہیں۔ ان میں کوئی اوریجنلٹی نہیں ہوتی ہے اور وہ علم و عمل کے میدان میں کچھ بھی اضافہ نہیں کر رہی ہوتی ہیں۔ اقبال بڑی حد تک یا کاملا فنون کو نفس انسانی کا ایک فطری تقاضہ سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ انسان کی کلیت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اسے فن یا ادرک فن حاصل نہ ہو۔ قدرت نے انسان کو حسن تراشنے کا ذوق عطا کیا ہے اور یہ نفس انسانی کا فطری تقاضا ہے جو باہر سے کوئی معاشرہ انسان پر نافذ نہیں کرتا۔ فنکار الہامی کیفیت رکھتاہے اور چونکہ وہ اس صفت سے زیادہ مزین ہے اس لئے اس الہامی بے ساختگی کے ساتھ ساتھ ایسی چیزوں کی تشکیل کرتا ہے جنہیں آگے چل کر فن کہا جاتا ہے۔ اقبال کے نزدیک فن ایک الہامی چیز ہے اور یہ کسی کسی کو حاصل ہوتا ہے، اس لیے الہامی کے ساتھ مخصوص قسم کی اصلیت کا تصور وابستہ ہے۔ اقبال نے ہمیشہ ایسے فنون کی حوصلہ افزائی کی ہے جو انسان کے اندر بھرپور انداز سے تبدیلیاں پیدا کرے، انسان کے جذبات کو ابھارے اور تمام منفی چیزوں کو انسان سے دور کر دے۔ اقبال نے حرکت کا تصور دیا، اس کے ساتھ نقالی کی شدید مخالفت کی اور اس کی مخالفت اس طرح کی کہ فن کے بڑے بڑے مسالک سے اختلاف کیا۔

اقبال نے بندگی نامہ میں فنونِ لطیفہ موسیقی اور مصوری پر احسن طریقے سے بحث کی ہے اور ایسے تمام فنون لطیفہ کو موت قرار دیا ہے جن سے مایوسی طاری ہوتی ہے۔ آپ نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے لوگوں کے فنون لطیفہ کے حوالے سے مفصل تبصرہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ غلامی کے فنون کیا بتاؤں! غلامی کے فنون میں موت ہے۔ غلاموں کے نغمے میں کوئی انقلاب نہیں۔ غلام کا چہرہ اس کے دل کی طرح تاریک ہے۔ اس طرح غلام کا نغمہ اس کی طبیعت کی طرح مردہ ہے، غلام کے دل سے جذبہ ختم ہو گیا ہے۔ غلامی کے سازوں سے نکلنے والے نغمے پورے معاشرے کو متاثر کرتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ یہ افسردہ نغمہ تجھے کمزور اور عاجز بنا دیتا ہے اور تجھے دنیا سے نفرت دلاتا ہے۔ غلاموں کی موسیقی دل کا سوز لے جاتی ہے اور اس کی جگہ غم دے جاتی ہے۔ اقبال کا تصورِ شاعری نہ جامد ہے اور نہ مقامی بلکہ دلکشی ہی شاعری کا جوہر اولین ہے۔

آپ کی شاعری نے ان تمام اقدار کو واضح کیا ہے جو کہ شاعری اور فلسفہ حیات میں جاری و ساری ہیں۔ شاعری کے بعد انھوں نے سب سے زیادہ اثر و تاثر فن تعمیر کا قبول کیا ہے۔ اس اثر و تاثیر کا اصل محرک، ملتِ اسلامیہ کی محبت اور اس کی اقدار کے تحفّظ کا وہی پاکیزہ جذبہ ہے جو اُن کی شاعری اور فلسفۂ حیات میں جاری و ساری نظر آتا ہے۔(1)

تحقیقی سوالات

1. اقبال کے فن کے بارے میں کیا تصورات ہیں؟
2. اقبال کے فن کے تصورات پاکستان کے موجودہ حالات سے کس طرح مطابقت رکھتے ہیں؟

تحقیقی طریقہ کار

یہ مقالہ تاریخی اور دستاویزی تجزیہ کا طریقہ استعمال کرتا ہے۔ اقبال کے مضامین اور مضامین کا استعمال کرتے ہوئے معروضی طور پر نتائج اخذ کیے گئے۔ اقبال کی شاعری اور نثر سمیت دونوں بنیادی ذرائع کے ساتھ ساتھ ثانوی ماخذ جیسے کہ آرٹ اور ادب کے اقبال کے تصورات سے متعلق مضامین اور کتابوں سے ان کے خیالات کی جامع تفہیم کے لیے استفادہ کیا گیا ہے۔

فنونِ لطیفہ پر اقبال کا نظریہ

اقبال چونکہ نقالی کے نظریہ کے مخالف ہیں، اس لیے انھوں نے زیادہ مخالفت ان لوگوں کی ہی کی ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ فطرت کی چیزوں کی نقالی کر لینے سے کمال کہاں سے پیدا ہو! اصل بات تو یہ ہے کہ جو نیچر نہ کر سکی انسان وہ کرے اور اس کی تکمیل کرے، کیونکہ انسان نیچر سے بلند تر اونچی اور باشعور مخلوق ہے۔ وہ نیچر سے فائدہ اٹھائے لیکن اسے نیچر سے زیادہ حسین پیش کرے۔(2) ڈاکٹر یوسف حسین خان روح اقبال میں فرماتے ہیں۔

> "آرٹسٹ یا شاعر کے پیش نظر فطرت کی نقل کبھی بھی نہیں ہوتی بلکہ اس کی اندرونی حقیقت کی توجیہ کرنا بس اسی چیز کی نقل کرنا ہے جسے اس کے دل کی آنکھ دیکھتی ہے۔ فطرت بے صورت ہوتی ہے وہ اسے صورت عطا کرتا ہے۔ فطرت اس کے دل میں سے گزر کر جلوہ گر ہوتی ہے تو اس قابل بنتی ہے کہ آرٹسٹ اس کی جانب توجہ کرے۔ آرٹ میں ایسا تاثر ممکن نہیں جس میں پوری منطقی صحت کا التزام کیا گیا ہو۔"(3)

اقبال کے نزدیک فنون لطیفہ کے مقاصد

یورپ کے بہت سے دبستان اس چیز پر زور دیتے ہیں کہ فن کا مقصود اور نصب العین ایسی حسین و جمیل شکلوں کی تشکیل ہے جن سے ہمارے دل میں مسرت پیدا ہو۔ اقبال کے نزدیک فن کے مقاصد کچھ اور ہیں؛ فن ایک ارفع چیز ہے اور اس کا مقصود صرف خوش کرنا ہی نہیں ہیں۔(4) جبریل ہماری اصطلاحات و علامات میں علم عطا کرنے والی ہستی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ دنیا میں خدا کی جانب سے جتنا علم عطا ہوا وہ حضرت جبریل کے ذریعے آیا۔ اقبال کے نزدیک وہ فن ناپختہ اور ناقص ہے جس سے علم و شعور کے معنی و معارف وابستہ نہ ہو، جس میں حقائق عالیہ نہ ہو۔ مسجد قرطبہ کو دیکھ کر اقبال کے دل میں اس عمارت سے وابستہ سارے حقائق اتر آئے ہیں مثلاً خدا کی عظمت، انسان کا شرف، اس کی قوت تسخیر کی وسعتیں وغیرہ۔ الغرض فن کو خط آفریں ہی نہیں بلکہ شعور اور علم بخش بھی ہونا چاہیے اور پھر فن بانگِ سرافیل بھی ہے؛ سرافیل

جب صور پھونکیں گے ،میدان محشر بپا ہو گا۔ فن بھی وہ چیز ہے جس کا ایک لازم یہ ہے کہ وہ دل پر سلا دینے والی کیفیت نہ طاری کرے بلکہ ارفعیت کی طرف اٹھانے والا ہو، تسخیر پر مائل کرنے والا ہو ،ہنگامہ پیدا کرنے والا ہو۔ اقبال دیگر فلسفیوں کی طرح زندگی کے بیکار عملوں کو ناپسند کرتے ہیں اس لیے نقادوں نے فن کے ساتھ نفع و تقلید کا عنصر شامل کیا ہے۔ لیکن اقبال اپنے نظریات یہیں تک محدود نہیں کرتے،وہ اس سے آگے بڑھتے ہیں اور فن کو برانگیختہ کرنے والی چیز قرار دیتے ہیں۔

مرقع چغتائی کے دیباچہ میں اقبال نے آرٹ کے تصور کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ مرئی کو موقع دینا کہ غیر مرئی کی تشکیل کرے اور فطرت کے حوالے سے ایسا تعلق قائم کرنا جسے سائنس کی زبان میں مطابقت یا توافق کہتے ہیں، درحقیقت یہ تسلیم کرنے کے مترادف ہے کہ فطرت نے انسانی روح پر غلبہ پالیا ہے۔ انسانی قوت کا راز یہ ہے کہ فطرت کے مہیجات کے خلاف مقاومت اختیار کی جائے نہ کہ ان کے عمل کے سامنے خود کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ جو کچھ موجود ہے اس کی مقاومت اس واسطے کرنی چاہیے کہ جو موجود نہیں ہے اس کی تخلیق ہو۔ ایسا کرنا صحت و زندگی سے عبارت ہے،اس کے ماسوا جو کچھ ہے وہ زوال ہے اور موت کی طرف لے جانے والا ہے۔ خدا اور انسان دونوں دوامی تخلیق سے قائم و زندہ ہیں۔ جو فنکار زندگی کا مقابلہ کرتا ہے وہ انسانیت کے لیے فائدہ مند ہے۔۔۔ اور اس کی روح میں زمانہ اور ابدیت کا پرتو منعکس ہوتا ہے۔ عہد جدید کا آرٹسٹ فطرت سے اکتساب فیض کرتا ہے حالانکہ فطرت تو بس "ہے" اور اس کا کام یہ ہے کہ ہماری اس جستجو میں روڑے اٹکائے جو ہم 'جو ہونا چاہیے' کے لیے کرتے ہیں اور جسے فنکار اپنے وجود کی گہرائیوں میں پاتا ہے ۔(5)

فن یا آرٹ کے متعلق اقبال کی رائے ہے کہ۔

”فن کو ہر حوالے سے بامقصد ہونا چاہیے اور معاون اور مددگار ہونا چاہیے اس کے اندر ایسی قوت ایسا مظہر ہونا چاہیے اقبال نے کبھی بھی ادب برائے ادب کے نظریے کو تصور فن میں کوئی جگہ نہیں دی اس نے ہمیشہ ایسی شاعری پر تنقید کی ہے جو انسان کو خدا سے قطع تعلق کرے اور دنیا میں محو کردے۔ اسے لازم طور پر، بامقصد ہونا چاہیے کہ وہ زندگی کے اعلیٰ نصب العین کے حصول میں معاون ہو، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ اس کا سوز و ساز قوت کا مظہر،خودی کا محافظ اور زندگی کا نقیب ہو۔“(6)

فن کے اندر کون سی خوبی ہو؟ اس پر اقبال نے اپنے انداز میں بحث کی؛ جو فن خودنگر و خودگر ہو گا وہ اپنی مراد پالے گا۔

رنگ ہو یا خِشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے خُونِ جگر سے نمود (7)

اقبال ضرب کلیم میں ادب برائے زندگی کی حقیقت واضح کرتے ہیں بلکہ تمام ادب جو اس میں شامل ہیں وہ خودی کے تابع رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔

اگر خودی کی حفاظت کریں تو عینِ حیات
نہ کر سکیں تو سراپا فسُون و افسانہ
ہُوئی ہے زیرِ فلک اُمتوں کی رُسوائی
خودی سے جب اَدب و دِیں ہُوئے ہیں بیگانہ(8)

اقبال نے عرب شاعری کی داد دی اور مسلمانوں کو اس طرز پر لکھنے کا مشورہ دیا۔" آرٹ ایسا ہونا چاہیے جو انسان کے روح کی پرورش کرے، اس میں فکر کی گہرائی ہو، حالات کا مقابلہ کرنے کی ہمت ہو اور مسلمانوں کو بھی اقبال نے یہ فکر دی ہے کہ وہ بھی اسی طرح عرب شاعری کی طرز پر ہی چلیں۔"(9) اقبال ایسے فنون کو انسانی معاشرے کے لیے ضروری خیال کرتے ہیں کہ جو اصل حقیقت پر مبنی ہو، جن کے اندر یہ صلاحیت ہو کہ وہ قوموں کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر سکے۔ اقبال نے کبھی بھی ایسے فنون کی حوصلہ افزائی نہیں کی جو کہ انسان کے اندر ایک سکون کی کیفیت پیدا کریں۔ وہ تو انقلاب میں بھی فن کو ہی پسند کرتے ہیں۔ فن ایسا ہونا چاہیے کہ جو تمام مسائل کو اپنے اندر لیے ہو اور ان کے حل کی تمام صلاحیتیں اس کے اندر موجود ہوں۔

اقبال کی جدید فنونِ لطیفہ پر رائے

جاوید اقبال لکھتے ہیں کہ گانا سننے کا شوق تو والد صاحب کو بھی تھا۔ جوانی میں ستار بجاتے تھے۔ جب بھی فقیر جمال دین ان کو طاؤس بجا کر سناتے تو مجھے بھی ساتھ بٹھا لیا کرتے۔(10)اقبال مصور نہ تھے مگر مصوری سے لگاؤ رکھتے تھے۔ حتی کہ اپنے بیٹے جاوید اقبال کے ذوقِ مصوری کی خاطر انگلستان، فرانس اور اطالیہ سے آرٹ کی کتب منگوا کر دیتے تھے۔(11)اقبال پروین رقم کی خطاطی کو پسند کرتے تھے اور ان سے ہی اپنی تمام کتب کی کتابت کروانا چاہتے تھے۔ اقبال نے 'شارٹ سٹوری' کو اہمیت دی ہے کیونکہ واقعات کی مدد سے کسی بھی قصے کو بیان کرنا زیادہ اثر رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں واقعات کی شکل میں پہلی امتوں کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ اقبال نے جاوید نامہ کو ڈرامے کی ہیت میں لکھا جو کہ مسلم مشرقی ادب کا لازمی جزو ہے۔ مثنوی مولانا روم بھی اسی اسلوب پر لکھی گئی ہے جبکہ اسرارِ خودی اور رموز بیخودی کو بھی روایات کے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر فنونِ لطیفہ سے انسانی خودی کی نشو نما اور استحکام ہو، کوئی اخلاقی سبق حاصل ہو اور کوئی معاشرتی ایشو کو حل کرنے کی طرف توجہ دی جائے تو بہتری کی امید ہے۔

اقبال نے اپنے اس اصول کا اطلاق فنِ اداکاری پر کیا ہے۔ اپنی نظم تیاتر میں اقبال نے بتایا ہے کہ اداکاری کا مقصد یہ ہے کہ انسانی خودی باقی نہ رہے اور اگر خودی نہ رہی تو یہ آرٹ تخلیقی کیسے ہو سکتی ہے؟ اسی لئے اقبال ڈرامے کو ادنی درجے کا آرٹ تصور کرتے تھے اور شاید اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ فن اداکاری کا دارومدار جذبے سے زیادہ عقل پر ہے۔ اس لئے اس کا اخلاص مشتبہ ہے اور خودی کی پرورش میں اس سے مدد نہیں مل سکتی۔ یہ آرٹ شخصیت کی گہرائیوں کو نہیں چھوتا بلکہ اس پر ظاہری آب و رنگ کی جگمگاہٹ پیدا کرتا ہے۔۔ اقبال نے ڈرامہ سازی کو پسند کیا ہے لیکن یہ اقبال کی ترجیحات میں نہیں تھا کیونکہ اقبال کے نقطہ نظر کے مطابق ڈرامے میں ایکٹر خود کو کسی دوسرے کے روپ میں پیش کرتا ہے، اپنی اصلیت اور پہچان کو بھول کر فرضی کردار ادا کرتا ہے۔ اقبال اس کو انسانیت کی توہین سمجھتے ہیں کہ انسان کو اپنی پہچان اور خودی پر سمجھوتا نہیں کرنا چاہیے اسی لیے اسلامی معاشرے میں اس طرح کی لغویات زیادہ دیر تک نہیں پنپ سکی۔ اصل میں اقبال نے تمثیل کے خلاف لکھا ہے ڈرامے کے خلاف نہیں۔ آپ نے نقالی در نقالی کی مخالفت کی ہے۔ اقبال نے اچھے ہنر کو خودی کے احساس سے مربوط کیا ہے آپ نے فنون لطیفہ میں زندگی، حیات و کائنات، اور زندگی کے عملی اظہار کو بیان کیا ہے۔ میڈیا جھوٹ کی بنیاد پر چلتا ہے جو ڈرامے فلم ٹاک شوز اور مارننگ شوز وغیرہ دکھائے جاتے ہیں ان میں حقیقت پر مبنی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ فلم، ڈرامہ اور ٹاک شوز کی تیاری میں بہت زیادہ بناوٹ، ایک مصنوعی منظر نامہ اور بناوٹی تخلیق اختیار کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ اسی حوالے سے اقبال نے اس کو ناپسند کیا ہے اور اس کا جواب یہ دیا ہے کہ انسان خود کو غیر خود کے روپ میں ڈالتا ہے غیر کا کردار ادا کرتا ہے اور اپنی شخصیت کی نفی کرتا ہے۔ علامہ اقبال کے فلسفہ خودی کے تناظر میں یہ سراسر جھوٹ، دھوکا اور انسانیت کی توہین ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

"بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اقبال موسیقی کے مخالف ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اقبال اس ریاضیاتی فن کے مخالف نہیں بلکہ اس کے ساتھ چلنے والی جسمانی لذتوں کے مخالف ہیں۔اقبال فرائیڈ کے نظریات سے متاثر فنکاروں کے بھی مخالف ہیں جن کے فن پر جنسیت بہت غالب ہے۔اقبال نے تھیٹر کی بھی مخالفت کی جو موجودہ زمانے میں آرٹ کے اندر شامل ہیں۔اقبال نے یہ مخالفت اس لیے کی کہ ڈراما نظریہ خودی سے ٹکراتا ہے۔خودی خود کی تربیت سکھاتی ہے لیکن اداکاری کسی کی قائم مقامی سے کام چلاتی ہے۔اس لیے اقبال نے تمثیل کے خلاف لکھا ہے یوں تو شاید ڈرامے کے خلاف نہیں۔لیکن اداکاری اپنے آپ کو کسی دوسرے کا قائم مقام بنا کر پیش کرنے کے مخالف ضرور ہیں۔(12)

ڈاکٹر سید عبداللہ،طیف اقبال میں مزید بیان کرتے ہیں کہ اقبال نے اپنے لیے دانستہ یہ القاب پسند نہیں کیا، شاید زمانے کے ذوق حالات یا اپنے تصورات کی بنا پر خود کو ڈرامہ نگار کہلانا پسند نہیں کیا۔وہ تصور جمالیات کی مطابق اسے نقالی در نقالی خیال کرتے ہیں۔اس لحاظ سے وہ ڈرامے کے اس تصور سے زیادہ مطابقت نہیں رکھتے اور اسے زیادہ سراہتے بھی نہیں۔انہوں نے سینما اور تھیٹر کے خلاف بھی لکھا ہے۔لیکن اس کے باوجود اپنی افتاد طبع کے لحاظ سے ڈرامہ نگار تھے۔اگر وہ خود کو ڈرامہ نگار کہلانا پسند کرتے تو وہ گوئٹے کی طرح ڈرامہ نگار کہلاتے۔ان کے کلام میں نہ صرف تمثیلی مواد پایا جاتا ہے بلکہ ایسی نظمیں کثرت سے ہیں جن کو قدرے تغیر سے ڈرامے کہا جا سکتا ہے مثلاً ابلیس کی مجلس شوری"۔ان کی نظموں میں ڈرامے کی خوبی پائی جاتی ہے۔ڈرامہ ایک عظیم فن ہے اور اس کے اثرات بڑے دور رس ہیں۔اقبال نے بھی ایک لحاظ سے ڈرامے ہی لکھے ہیں۔(13)

علامہ فن موسیقی میں کس قسم کی موسیقی کو پسند کرتے ہیں؟بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری،"حقیقی سرور موسیقی کے حسن و قبح کو اقبال فلسفہ خودی کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ان کے مطابق حقیقی موسیقار وہی ہے جس کا ضمیر پاک ہو اور جس کے نغمات سے سامعین کے چہرے پر زندگی بکھر جائے۔(14) علامہ نے موسیقی اور ساز میں عشق کو لازمی قرار دیا ہے اور غلام قوم کو یہ بات بتائی ہے کہ اس کے نغمے میں انقلاب اور حرکت نہیں، یہ سوز سے خالی ہے۔

نغمہ گر معنی ندارد مردہ ایست
سوزِ او از آتش افسردہ ایست
رازِ معنی مرشدِ رومی کشود
فکر من بر آستانش در سجود(15)

(ترجمہ) نغمہ اگر معنی نہیں رکھتا تو وہ مردہ ہے۔اس کا سوز بجھی ہوئی آگ کا سوز ہے۔معنی کا راز پیر رومی نے کھولا ہے۔(وہ رومی) جس کے آستانے پر میری فکر اور سوچ سجدہ ریز ہے۔

اقبال کے پاس سرود حلال اور سرود حرام کا معیار خودی کی بیداری اور استواری ہے۔سرود بھی علم اور فطرت کی دیگر قوتوں کی طرح ایک غیر جانبدار اور بے طرف چیز ہے۔مختلف قسم کی موسیقی الگ تاثرات پیدا کرتی ہے اس لیے موسیقی کو نہ حلال کہہ سکتے ہیں اور نہ حرام۔سرود حلال

وہ ہے جس کی وجہ سے دل میں صرف عارضی تموج ہی پیدا نہ ہو بلکہ وہ ایک پائیدار اثر چھوڑ جائے، جس سے زندگی سکون محسوس کرے۔ عارضی طور پر تو ایک شراب کے گھونٹ سے بھی انسان غم وخوف سے بچ جاتا ہے، لیکن اصل سکون جو اولیاء کی ایک مستقل کیفیت ہے، وہ ایمان ہی کی پختگی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس قسم کے ایمان کو کئی طریقوں سے تقویت پہنچتی ہے۔ اس کا ایک راستہ سرود حلال ہے جس کی تاثیر سے آدم غم و خوف سے پاک ہو بعض صوفیائے کرام نے اسی انداز کے سماع کو حلال قرار دیا ہے۔(16) اقبال اس کا منتظر ہے کہ ہمارے ہاں بھی ایسے افراد پیدا ہوں جن کے نغموں سے دل میں ایسی کشش ہو جو زندہ و پائندہ رہے۔

اقبال کے خیال میں شاعروں اور فنکاروں کے اندر اس قسم کے جذبات ہونے چاہیے کہ جو قوم کو ترقی کی جانب لے کے جائیں نہ کہ تنزلی کی جانب۔ مقالاتِ اقبال مرتبہ سید عبد الواحد معینی، سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں، جس میں اقبال نے ادب اور فنونِ لطیفہ کے حوالے سے اپنے نظریے کا اظہار کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ شاعری ایک ایسی چیز ہے کہ جو انسان کی زندگی میں بہت ساری مشکلات اور امتحانات میں دلکشی پیدا کرتی ہے نہ کہ انحطاط اور فرسودگی کے خیالات۔(17) فنکار کو اپنے فنون کی بنیاد ایسے خطوط پر قائم رکھنی چاہیے جو مسلمانوں کو ان کی عہد رفتہ کی یاد دلائے اور ان کے اندر وہ انقلاب برپا کرے جو ایک مسلمان کے شایانِ شان ہے۔ اقبال کے نزدیک فنکار کا اصل مقصد زندگی کی خدمت ہے۔ وہ شعر کے ذریعے زندگی کی اصل ترجمانی کرتا ہے اور اس کے حُر کے عنصر کو خاص طور پر اجاگر کرتا ہے۔ شاعروں کے علاوہ مصوروں کے متعلق بھی اقبال کو یہی شکوہ تھا کہ یہ مقلد ہی نظر آتے ہیں۔ یہ خیال درست ہے کہ آرٹ قوم کی زندگی کا آئینہ ہوتا ہے، ہر قوم کی غایتیں اور آرزوئیں اس میں نظر آتی ہیں۔ بقول خلیفہ عبدالحکیم: "لیکن اگر کوئی ہماری مصوری کو دیکھے تو اس کو ملت کا زاویہ نگاہ، اس کی تمنائیں اور آرزوئیں کہیں نظر نہیں آتیں۔ اسلامی تہذیب و تمدن میں مصوری کو زیادہ فروغ حاصل نہ ہو سکا۔ دور حاضر میں یہاں مصوری کی طرف توجہ ہوئی تو زیادہ تر اس میں فرنگ کے اسکولوں کی کورانہ تقلید تھی۔ مغرب کی مصوری پر اب ایسا ہی دور آیا ہے جس کی ہمارے ہاں کے مصوروں نے نقالی شروع کر دی ہے۔ ایک فرنگی نقاد نے ہمارے مصوروں کی ان تصویروں کو دیکھا اور کہا کہ یہ فرنگ کے بہت سارے اسکولوں کی کامیاب یا ناکام نقالی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب قوم کو اپنی خودی کا احساس نہ ہو اور ہنر اس کی مخصوص تمناؤں اور زاویہ ہائے نگاہ کا آئینہ دار نہ ہو تب تک مصوری زندگی کی ترجمان نہیں بن سکتی۔" (18)

مسلمانوں کے فنون لطیفہ اور فن تعمیر کا ارتقاء

اموی دور میں عبد الملک بن مروان نے قبۃ الصخراء کا گنبد تعمیر کرایا جو اس فن کا عظیم شاہکار تھا۔ اسلامی تحریک کی ابتدا میں جس فن کو مقبولیت حاصل ہوئی وہ فن تعمیرات تھا۔ اگرچہ اس فن میں اس سے قبل رومیوں کی تحریک خاص طور پر نمایاں تھی مگر مسلمانوں نے اس میں بہت زیادہ وسعت اور مقصدیت کو شامل کیا۔ اس فن کا آغاز مساجد سے ہوا، مساجد کی تعمیر کا اصل مقصد معاشرتی روابط کی استواری اور نماز کا قیام تھا۔ مسلمانوں نے مساجد کی تعمیر میں نئے طریقے متعارف کرائے: مسجد کے داخلی دروازے پر حوض وضو گاہ کے لیے وسیع حال، اطراف میں راہداری، مسجد کا صحن، سامنے دو مینار گنبد اور محراب۔ یہ فنِ تعمیر میں اپنے عہد کا خوبصورت فن تھا جو بڑے شوق سے لوگ اس کو دیکھنے آتے تھے۔ بعد میں یہ فن مزید آگے بڑھا اور ٹھنڈے اور گرم پانی کا اہتمام، حماموں پر نقش و نگار کا کام ہونے لگا، آرام گاہوں میں فوارے لگائے گئے۔ مسلمان سپین گئے تو یہ فن مغرب میں متعارف ہوا۔ قصر الحمرہ، قرطبہ و غرناطہ کے محل اور مسجد قرطبہ کے در و دیوار اس فن کے عظیم شاہکار تھے۔ آج کے دور میں اس فن کی بے شمار شہادتیں ملتی ہیں، ہندوستان اور خلافت عثمانیہ میں مسلمانوں نے فن تعمیر کے جو شاہکار تخلیق کیے وہ ابھی بھی موجود ہیں۔(19)

جہاں تک فنِ مصوری کی بات ہے تو مسلمانوں میں جانداروں کی تصاویر بنانے کی ممانعت اس لیے تھی کہ یہ صورت گری بت پرستی کی طرف لے کر جاتی تھی اور اسلام ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ انسانیت کو کفروشر کی جانب دوبارہ دھکیل دے۔ اس لیے اسلام نے بت بنانے کی بجائے ان کے معنی اور جوہر کو سامنے لانے کی ترغیب دی جن میں خدا کی بنائی ہوئی کائنات کے دلچسپ مناظر اور خوبصورت عمارتوں کی تصاویر جیسے اہم رجحانات شامل تھے۔ اسی طرح کسی ماحول کی تمثیلی عکاسی، بادشاہوں کے محل میں مختلف مناظر کے منظر کشی اور دلچسپ پودوں کی منظر کشی، بے جان اشیاء کی تصاویر بھی بنائی جاتی تھیں۔ اگرچہ بعض بادشاہوں نے اپنے درباروں میں انسانوں، جانوروں کی تصاویر بھی بنوائی تھیں مگر کسی بھی دور کے اہل علم نے کبھی اس کی پذیرائی نہیں کی۔ اسلامی تہذیب میں کتابی مصوری بھی رائج تھی اور یہ ایرانی تہذیب کے حوالے سے اسلامی تہذیب کا حصہ بنی۔ کتابی مصوری میں کتابی متن کے ساتھ وضاحت کے لیے ساتھ میں تصاویر بھی بنادی جاتی تھی مثلاً کلیات سعدی، شاہ نامہ فردوسی، قصص الانبیاء اور طب کی کتب میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ تیسرا اہم فن خطاطی تھا اس فن میں لفظوں کو خاص ترکیب کے ساتھ جوڑا جاتا تھا جو کسی فن پارے میں حسن پیدا کرتے تھے۔ قرآن سے وابستگی کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ فن بہت زیادہ مقبول تھا۔ بڑے بڑے خطاط قرآنی آیات کو خوبصورت انداز میں پیش کیا کرتے تھے۔ جاندار کی تصاویر بنانے کی ممانعت کی وجہ سے لوگ خطاطی کے ذریعے اظہار مدعا کیا کرتے تھے۔ رومی تہذیب میں دیواروں کو جانداروں کی تصاویر سے مزین کیا جاتا تھا، مسلمانوں نے خطاطی کے ذریعے دیواروں کو مزین کرنے کا رواج ڈالا۔(20)

اقبال نے مسلمانوں کو ان کی عظمت کے حوالے سے بتایا ہے کہ مسلمانوں کے اندر جو فنون تھے وہ پوری طرح حقیقت کی عکاسی کرتے تھے اور ان کے اندر ہر حوالے سے حقیقت کو پانے کی ایک جستجو تھی۔ بندگی نامہ میں در فن تعمیر مردان آزاد جس میں علامہ نے مسلمانوں کے فن تعمیر کی جمالیاتی روح کو سمجھنے اور آزاد افراد کے فن تعمیر سے بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں وہ ہماری توجہ قطب الدین ایبک اور شیر شاہ سوری کی بنوائی ہوئی عمارتوں کی طرف دلاتے ہیں۔ قطب الدین ایبک کے کارناموں سے مراد یقیناً دہلی کی مسجد قوت الاسلام ہے جو اپنی خوبصورتی اور شان وشوکت کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ:

ویش را از خود برون آوردہ اند	این چنین خود را تماشا کردہ اند
سنگہا با سنگہا پیوستہ اند	روزگاري را بآني بستہ اند
دیدن او پختہ تر سازد ترا	در جہان دیگر اندازد ترا
نقش سوي نقشگر مي آورد	از ضمیر او خبر مي آورد
ھمت مردانہ و طبع بلند	در دل سنگ این دو لعل ارجمند (21)

ترجمہ: (ان عمارات کو تعمیر کرنے والوں نے) ان عمارات کی تعمیر میں خود کو اجاگر کیا ہے اور اس طرح اپنی ذات کا تماشا کیا ہے۔ انہوں نے پتھروں کو پتھروں سے اس طرح جوڑا ہے کہ ایک عہد کو ایک لمحہ میں بند کر دیا ہے۔ ان عمارتوں کا دیکھنا تجھے زیادہ پائیدار بناتا ہے اور تمہیں ایک اور ہی جہان میں لا پھینکتا ہے۔ اس کا نقش تجھ کو نقش گر کی طرف لے جاتا ہے اور اس نقش گر کے ضمیر کی خبر دیتا ہے۔ مردانہ ہمت اور بلند فطرت ، پتھر دل کے یہ دو مبارک ہیرے ہیں جو ان پتھروں میں چھپے ہوئے ہیں۔

اصل میں فنون لطیفہ صرف اپنے خیالات کا اظہار ہی نہیں ہے بلکہ اس میں وہ تمام احساسات اور جذبات پائے جاتے ہیں جن کا تعلق انسان کی جدوجہد اور حقائق سے ہوتا ہے۔ مسلمان جس جگہ بھی گئے ادھر کی موسیقی سے متاثر ہو کر وہ موسیقی اختیار کر لی اور کوئی اسلامی

موسیقی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ سابقہ روایات کو برقرار رکھا۔(22)فنون اس شکل کے ہونے چاہیے کہ جن سے انسان کے اندر تمام منفی جذبات ختم ہو جائیں اور وہ حقیقت کو قریب سے دیکھ سکے۔ مسلمانوں نے ہر حوالے سے ایسے فنون ہمارے سامنے رکھے جنھیں دیکھ کر انسان کو خدا کی عظمت اور اس کی کبریائی کا اندازہ ہوا۔ بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں پر مسلمانوں نے اس طرز کے فنون بنائے ہیں کہ جن کو دیکھ کر انسان کے اوپر ایک ایسا رعب طاری ہوتا ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ میری ذات جو ہے وہ ابھی اس کے قابل نہیں ہے۔ عصر حاضر میں اگر دیکھا جائے تو اسلامی فن تعمیر بہت زیادہ دوسرے فنون سے آگے ہے۔

در فن تعمیر مردان آزاد: آزاد افراد کا فنِ تعمیر

آزاد قوموں کا ہی کام ہے کہ وہ ایسا فن پیش کرے جو سچے جذبے کی عکاسی کرے۔

اقبال نے مسجد قوت الاسلام کی تعریف کی ہے اور اس میں اقبال نے یہ بتایا ہے کہ یہ سچے جذبے کی عکاسی کرتی ہے۔ پتھروں کو پتھروں سے اس طرح جوڑا گیا ہے کہ ایک عہد کو لمحے میں بند کر دیا ہے۔ دوسرے حوالے سے اقبال نے پیرس کی مسجد کے لیے کوئی جذبہ نہیں پیش کیا۔ بندگی نامہ میں اقبال نے فنون لطیفہ کے حوالے سے جو بحث کی ہے اس میں ایسے خیالات سے بچنے کی تلقین کی ہے جن میں انقلاب نہیں علامہ ایک حقیقی انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے۔

مرگ ہا اندر فنونِ بندگی
من چہ گویم از فسونِ بندگی
نغمۂ او خالی از نارِ حیات
ہمچو سیل افتد بدیوار حیات(23)

(ترجمہ) غلامی کے فنون میں اموات چھپی ہوئی ہیں، میں غلامی کی جادوگری کے بارے میں کیا اظہار خیال کروں؛ غلامی کی زندگی کا نغمہ زندگی کی حرارت سے خالی ہے، وہ زندگی کی دیوار پر سیلاب بن کر آتا ہے جس سے دیوار زندگی سلامت نہیں رہتی۔

بندگی نامہ میں ”در فن تعمیر مردان آزاد کے دوسرے بند میں علامہ نے تاج محل کو بھی بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے اور اسے گوہر نایاب قرار دیا ہے۔ اس کے حسن و جمال کی تعریف کی ہے اور اس کے اندر گزرا ہوا ایک لمحہ ابد سے پائندہ تر قرار دیا ہے یعنی اسے دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت میں بنائی جانے والی عمارت کو کس طرح ہمہ وقت کے لیے مضبوط اور پائندہ بنایا جا سکتا ہے۔ علامہ نے اسے قوت و طاقت سے زیادہ عشق و محبت کا شاہکار قرار دیا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں:

عشق مردان سر خود را گفتہ است — سنگ را با نوک مژگان سفتہ است
عشق مرداں پاک و رنگین چون بہشت — می کشاید نغمہ ہا از سنگ و خشت
عشق مردان نقد خوبان را عیار — حسن راھم پردہ درہم پردہ دار
ہمتِ او آنسوی گردون گذشت — از جہان چند و چون بیرون گذشت (24)

ترجمہ: مردوں کے عشق نے اپنے رازوں کو خود فاش کیا ہے، پتھروں کو اپنی پلکوں کی نوک سے پرویا ہے۔ مردوں کا عشق بہشت کی طرح پاک اور رنگین ہے، وہ پتھروں اور اینٹوں سے نغمے پیدا کرتا ہے۔ مردوں کا عشق حسینوں کی نقدی کی کسوٹی ہے، وہ حسن کا پردہ پھاڑنے والا اور حسن کا پردہ رکھنے والا ہے۔ عشق کی طاقت اور ہمت آسمانوں سے پار گزر گئی، وہ اسباب کے جہان سے مکمل طور پر باہر نکل گئی۔ ان اشعار سے مراد یہ ہے کہ مردوں کا عشق اتنا باہمت ہوتا ہے کہ وہ زمان و مکان کو عبور کرکے محیر العقول کارنامے دکھاتا ہے اور یہ کارنامے زمانے کے ہاتھوں سے مٹ نہیں سکتے۔

مذہب غلاماں: غلاموں کا مذہب

اس میں اقبال نے غلامی و محکومی کے مارے ہوئے افراد کی مذہبی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے۔ غلام کی مذہبی زندگی واردات سے خالی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اقبال نے اس حقیقت کو عشق اور مذہب کے باہمی فرق سے تعبیر کیا ہے۔ اس حوالے سے اہم ترین بات یہ ہے کہ محکوم اپنے دین اور دانش کو نہایت سستے داموں فروخت کر دیتا ہے۔ اگرچہ اس کی زبان پر اللہ کا نام ہوتا ہے لیکن اس کا اصل قبلہ تو اس کے آقا کی طاقت ہے جس کے سامنے وہ سر جھکاتا ہے۔ یہ دنیاوی حاکم اپنی حاکمیت کے دوام کے لیے لوگوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں منافرت کے بیج بوتے ہیں اور انہیں اپنی محبت کا اسیر کر لیتے ہیں، جس سے ان کی آنکھیں اور کان اپنے آقاؤں کے خلاف کچھ دیکھنا اور سننا پسند ہی نہیں کرتے اور وہ آنکھیں بند کر کے اپنے جھوٹے حاکموں کی پیروی شروع کر دیتے ہیں۔ اقبال نے غلام قوموں کے مذہب کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ان کا کوئی مذہب نہیں، نہ ہی ان کی خودی ہے اور نہ ہی ان کے اندر کوئی فنون ہیں بلکہ یہ زندہ لاشیں ہیں جو اپنی شناسائی اور خود آگاہی سے بالکل دور ہیں۔ حقیقت ہے کہ غلاموں کا مذہب اور دین کبھی خالص نہیں رہتا کیونکہ غلامی کی وجہ سے انہیں خوشامدی، سازشی اور چڑھتے سورج کا پجاری بننا پڑتا ہے اور ان کی مذہبی عبادات کی آزادی پر غور کرنا فضول ہے۔

بندگی نامہ میں اقبال نے غلام قوموں کو یہ بات بتائی ہے کہ تمہارے نغمے میں ساز نہیں، اس کے سُر کسی بیوہ عورت کے بین جیسے ہیں اور تمہاری شاعری میں زندگی کی حرارت و حرکت نہیں ہے، یہ فن سے بہت زیادہ دور ہے۔

دلبری بے قاہری جادوگری است
دلبری با قاہری پیغمبری است
ہر دو را درکار ہا آمیخت عشق
عالمے در عالمے انگیخت عشق!(25)

ترجمہ۔ دلبری قاہری کے بغیر جادوگری ہے، دلبری قاہری کے ساتھ پیغمبری ہے۔ عشق نے دونوں کو یعنی دلبری اور قاہری کو کاموں میں ملا رکھا ہے، عشق نے ایک عالم کے اندر ایک اور عالم برپا کر رکھا ہے۔

صرف حسن ہو لیکن اس میں اپنی حفاظت کیلئے قوت نہ ہو تو وہ حسن دلفریبی کیلئے تو کافی ہو سکتا ہے لیکن صحیح معنوں میں حسن نہیں ہو سکتا۔ صحیح معنوں میں حسن وہ ہے جس میں اس کے جمال کے ساتھ اس کا جلال بھی ہو۔ حسن میں اگر قوت غلبہ بھی موجود ہو یعنی اس میں جمال و جلال دونوں موجود ہوں تو اس میں پیغمبری شان پیدا ہو جاتی ہے۔ (ایک پیغام بر اگر پیغام رکھتا ہو لیکن اس پیغام کو عمل میں لانے کی قوت نہ رکھتا ہو تو کون اسے سنے گا کون مانے گا! پیغمبری کے لیے پیغام کے ساتھ غلبہ کی قوت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جمال کے ساتھ جلال

بھی ہو۔ عشق نے دونوں کو یعنی دلبری اور قاہری کو کاموں میں ملا رکھا ہے اور اس طرح ملا کر یعنی ان کی آمیزش کر کے ان کو مصروف کرر کھا ہے کیونکہ ان میں سے تنہا کوئی بھی مثبت نتائج برامد نہیں کر سکتا۔ مثال کے طور پر قرآن ہے لیکن تلوار نہیں ہے تو قران کا نفاذ نا ممکن ہے۔ اگر تلوار ہے اور قرآن نہیں ہے تو تلوار صحیح مقاصد کے لیے یا نفاذِ قرآن کے لیے نہیں اور کاموں کے لیے اٹھائی جائے گی۔ دونوں صورتوں میں دنیا افراتفری اور بے یقینی کا شکار ہو جائے گی۔ عشق نے ایک عالم کے اندر ایک اور عالم برپا کر رکھا ہے یعنی جمال میں جلال اور جلال میں جمال کی کیفیت پیدا کر رکھی ہے تو دونوں کے امتزاج سے ہی صحیح دنیا وجود میں رہ سکتی ہے۔ ان دونوں کی ہونے سے ہی نئے نئے جہانوں کے چاہے وہ علوم وفنون کے جہاں کیوں نہ ہوں صحیح تعبیر ہو سکتی ہے۔

ماحاصل

فنون لطیفہ کا پاکستان میں کیا مستقبل ہے؟ پاکستان ایک آزاد ملک ہے۔ یہاں پر سنگ تراشی کا تصور بھی ہے اور مورتیاں بنا کر اپنے فن کو پیش کرنے کا رواج بھی ہے۔ اور خطاطی میں عمارتیں بلند، روشن اور گنبد والی بنائی جاتی ہیں۔ مسجدوں میں محراب خوبصورتی کے حوالے سے کافی اہمیت رکھتے ہیں۔ سنگ تراشی میں قرآنی آیات کے حوالے سے کوئی منفرد کام نظر نہیں آتا۔ مقبروں اور چند سرکاری عمارتوں کے علاوہ عوامی گھروں اور بلند و بالا عمارتوں میں یورپ کی نقالی واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ اسلامی ملک ہونے کی وجہ سے اس طرف اہمیت دینے کی ضرورت ہے۔ محفل سماع کا ذکر برصغیر کے چشتی مشائخ کے تذکروں میں خاص طور پر ملتا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی خود اچھے شاعر تھے اور ان کی خانقاہ میں محفلِ سماع ہوتی تھی اور موسیقی میں چشتیہ صوفیاء نے قوالی کو تسلیم کیا ہے۔ دعوت الصلوۃ دینے کے لیے آذان اسی صوت و لحن میں دی جاتی ہے۔ لہٰذا موسیقی کا پاکستان میں مستقبل روشن ہے۔ مصوری، فوٹو گرافی، خطاطی میں جسمانی خدوحال جو عریانی ظاہر کریں وہ بالکل نہ بنائے جائیں تو اس کا مستقبل بھی روشن ہو سکتا ہے۔

فنون لطیفہ میں ہمارے لباس موسیقی، ڈیزائن، اور خطاطی ان سب کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان میں فنون لطیفہ ، خاص طور پر مصوری میں تو تقسیمِ ہند سے پہلے برصغیر میں مغل بادشاہوں کا دور تھا اور ٹیگور آرٹ بھی چھایا ہوا تھا، ٹیگور کی مصوری ہندو مذہب کے گرد گھومتی تھی۔ مجسمے بنانے پر کوئی عار نہیں تھی، بلکہ مصوروں کے یہ پسندیدہ موضوعات تھے اور اگر غور کیا جائے تو مصوری نے تبلیغ کا کام کیا جس کے اثرات کافی دیر تک رہے۔ اسی طرح چند مسلمان مصور مغل انداز مصوری کی ہی پیروی کر رہے تھے۔ پاکستانی مصوری میں عبد الرحمن چغتائی، صادقین، زین العابدین، استاد اللہ بخش، جمیل نقش کی وجہ سے عالمی سطح پر پاکستانی مصوری کو شہرت ملی ہے۔ اسلامی کیلی گرافی میں پاکستانی مصوروں نے اپنی پہچان ضرور بنائی ہے۔ جس جلال و جمال کے اقبال خواہاں تھے وہ ہمیں اسلامی کیلی گرافی میں نظر آتا ہے۔ پاکستان میں فن موسیقی کی بات کی جائے تو پاکستان کے کلاسیکل گلوکاروں اور غزل گائیک کا کوئی مقابلہ نہیں ہے ۔ استاد نصرت فتح علی خان، امانت علی خان، سلامت علی خان اور اسی طرح ان کے اُستادوں نے سُر اور تال کا بہترین اور حسین ملاپ پیدا کیا کہ جس سے بر صغیر میں موسیقی کو کافی فروغ ملا۔ موسیقی میں خواتین کے حوالے سے ملکہ ترنم نور جہاں، غزل میں عابدہ پروین، فریدہ خانم، اقبال بانو اور دیگر کا کوئی جوڑ نہیں۔ عصر حاضر میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس ضرورت کو پورا کر سکے۔ آج کی موسیقی صرف ناچنے گانے کا سامان ہے۔

اکثر پاکستانی ڈراموں میں غلط نظریات کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ ساس بہو کے جھگڑے ڈراموں میں عام ہیں، کچھ تاریخی ترکی ڈرامے نئی نسل میں جہاد کی روح پھونک رہا ہے ہیں جبکہ پاکستان ڈراموں میں ایسا کچھ نظر نہیں آتا۔ چند پیسوں کے لیے اپنے شوہروں سے بے وفائی ہمارے

ڈراموں میں عام رواج پا چکی ہے اور طلاق کو ڈراموں میں پروموٹ کیا جارہا ہے، ان ڈراموں کا کوئی مقصد نظر نہیں آتا۔ اگر اس سے ہٹ کر ڈرامے بنائے جائیں، اپنے کلچر کو پروموٹ کیا جائے اور اپنی ثقافت پر بات کی جائے تو ڈرامے کا مستقبل بھی روشن ہو سکتا ہے۔ اگر فلمیں بھی بنائی ہیں تو ان میں ہیرو اور ہیروین ایسا رول ادا کریں جس سے کسی عالمی مسئلے کو حل کرنے کی جانب راہنمائی ہو۔ جسٹس جاوید اقبال نے جاوید نامہ کا اردو نثر میں ترجمہ کیا ہے اور اس کو ڈرامہ کی ہیئت میں پیش کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ جاوید نامہ فارسی میں ایک جدید معراج نامہ ہے۔ علامہ اقبال کی اس تصنیف کے اردو شعر اور نثر میں کئی ترجمے اور تفسیر میں موجود ہیں لیکن جاوید نامہ میں درج نظریات کی ایسی سادہ سلیس اور دلکش وضاحت کی ضرورت ہے جو فوری طور پر دل میں اتر جائے، کیونکہ افلاکی سیر کے اس سفر نامہ کا خصوصی طور پر واسطہ ذہن کی بجائے قلب سے ہے۔ اقبال اپنے مرشد رومی کے ہمراہ وقت کے زرتشتی خدا زروان کی مدد سے زمین سے اُڑ کر مختلف افلاک یا ستاروں تک پہنچتے ہیں اور اُن میں موجود متفرق شخصیات کی ارواح سے مل کر مغرب کے استعمار سے مغلوب مشرق اور خصوصی طور پر زوال پذیر اور منتشر مسلم امہ کے مسائل کی نشاندہی اور انہیں حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ "جاوید نامہ کو ایک تمثیل یا ڈرامہ کی صورت میں آسان اردو نثر میں یوں منتقل کر دیا جائے کہ اس سفر نامہ کے کرداروں کی گفتگو کا فوری اثر اُس کے سننے یا دیکھنے والوں پر ہو۔ پاکستان کے معروف آرٹسٹ جمی انجینئر نے سارے کا سارا جاوید نامہ محصور کر دیا ہے۔ اُس کے شاہ کار بھی شامل کیے گئے ہیں۔ یہ ایک نیا تجربہ ہے۔ ذرائع ابلاغ کی نئی نئی ایجادوں کے ذریعہ ممکن ہے یوں نئی نسل کے لیے کلام اقبال سمجھ سکنا آسان ہو جائے۔" (26)

اسلام نے فنون لطیفہ پر کبھی پابندی نہیں لگائی لیکن اس کے ساتھ اسلام نے اس انسانی جذبے کو آزاد بھی نہیں چھوڑا کہ یہ جذبات اسے جب چاہیں بے اعتدالی کی وادیوں میں دھکیل دیں۔ غلاموں کی مصوری تخلیقی اور تقلیدی محاسن سے خالی ہوتی ہے۔ ان میں بے یقینی پیدا ہو جاتی ہے۔ بے یقین شخص اپنی پہچان نہیں رکھتا۔ وہ فطرت سے حسن کی بھیک مانگتا ہے حالانکہ خلّاق ہونے کی حیثیت سے یہ حسن اس کے اندر ہونا چاہیے۔ اقبال ایسی بے جا تقلید کو موت کے مترادف خیال کرتے ہیں۔ اقبال نے غلام قوموں کے فنون کو ترک کرنے کی ترغیب دی ہے۔ سابقہ فنون کو مد نظر رکھ کر جن فنون سے عزت ملی ان کی حوصلہ افزائی کی ہے اور جن سے مسلمانوں کی عظمت میں کمی آئی ہے ان کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ مصور جنہوں نے اپنی ہنر مندی سے فطرت کے حسن میں اپنی نقاشی سے اضافہ کیا، اس کے راز سے پردہ اٹھایا اور اپنی تخلیق کے ذریعے نئی ایجادات اور انکشافات تخلیقات کر رہے ہیں وہ انسانی قلب کو ایک نئی زندگی عطا کر رہے ہیں۔ وہ اپنی تخلیق میں ایسے مناظر دکھاتے ہیں جس کو انسانی آنکھ دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے۔

عصر حاظر میں ہم فنون لطیفہ کے نام پر جس ذہنی تناؤ، ہیجان، بدتہذیبی، فیشن، عزت و آبرو کی نیلامی اور عریانی و فحاشی کو پروان چڑھا رہے ہیں اس کے بڑے خطرناک نتائج سامنے آئیں گے۔ ہم نے تہذیب و ثقافت، مذہب، اور سماج کی تباہی کا جو اہتمام کیا ہے اس کے ہم خود ذمہ دار ہیں۔ فن ہمیشہ اپنی پہچان خود رکھتا ہے اسے کسی سہارے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر ان تمام باتوں پر دھیان دیا جائے تو نتائج بہتر ہو سکتے ہیں۔ پاکستان میں بہت ذہانت ہے، اسے صرف درست راستے پر چلانے کی ضرورت ہے۔ نقالی در نقالی کو چھوڑ کر اپنا فن ایجاد کرنے کی ضرورت ہے، ان امور کی طرف توجہ دینی ہے جو ہمیں ترقی کی جانب گامزن کریں۔ مغرب کی نقالی چھوڑ کر اپنے فن کو فروغ دینے اور اسلامی فنون کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اقبال کے بتائے ہوئے افکار معاشرے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر فنون لطیفہ کو فکر اقبال کے تناظر میں پیش کیا جائے تو نتائج بہتر ہو سکتے ہیں۔ اقبال کے فلسفہ سے استفادہ ہمیں فنونِ لطیفہ میں مقصدیت سکھاتا ہے اور درست سمت

کے تعین میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اقبال کے تصورِ فن کی مدد سے پاکستان میں موجود مصوروں، خطاطوں، گلوکاروں اور موسیقاروں کو کافی راہنمائی ملے گی۔ اس تحقیق سے پاکستان کی آرٹ انڈسٹری فائدہ اٹھاسکتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1. ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اقبال سب کے لیے، ایضاً ص 255
2. ڈاکٹر سید عبداللہ، طیف اقبال (لاہور: اکیڈمی 2009ء ص 175
3. یوسف حسین خاں، روحِ اقبال، (لاہور: القمر پبلی کیشن، ، طبع اول ۱۹۹۶ء) ص 25
4. عبدالشکور احسن، ڈاکٹر، اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ (لاہور: اقبال اکادمی 2000) ص 320
5. یوسف حسین خاں، روحِ اقبال، (لاہور: القمر پبلی کیشن، ، طبع اول ۱۹۹۶ء) ص 25
6. ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اقبال سب کے لیے، (لاہور: ابو قار پبلی کیشنز، طبع اوّل ۲۰۰۲ء) ص 234
7. کلیات اقبال (اردو) اقبال اکیڈمی، لاہور طبع یازدھم، 2013ء ص 421
8. کلیاتِ اقبال (اردو) ایضاً ص,612
9. مقالات اقبال مرتبہ عبدالواحد معینی، ص 189، 188
10. جاوید اقبال اپنا گریباں چاک) لاہور :سنگ میل پبلی کیشنز ، 2002 ص 23
11. جاوید اقبال، زندہ رود لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ، 1989ء ص :992
12. ڈاکٹر سید عبداللہ، طیف اقبال (لاہور: اکیڈمی 2009ء ص 181
13. ڈاکٹر سید عبداللہ، طیف اقبال (لاہور: اکیڈمی 2009 صفحہ 167
14. خالدہ جمیل، مباحث اقبال (لاہور: اپنا ادارہ 2004 صفحہ 179
15. کلیات اقبال (فارسی) ایضاً ص 751۔
16. خلیفہ عبدالحکیم ڈاکٹر، فکر اقبال، (لاہور: بزم اقبال، 2013ء) ص 438
17. علامہ اقبال، "جنابِ رسالت مآب ﷺ کا ادبی تبصرہ" مشمولہ مقالاتِ اقبال مرتبہ سید عبدالواحد معینی، (لاہور: آئینۂ ادب، ، طبعِ اول 1963ء) ص 188
18. خلیفہ عبدالحکیم ڈاکٹر، فکر اقبال ایضاً، صفحہ 436۔437
19. فنون لطیفہ اور اسلام، کالم نئی بات وکیپیڈیا 03 ستمبر 2024، بوقت 4:04 پی ایم
20. فنون لطیفہ اور اسلام، کالم نئی بات وکیپیڈیا 03 ستمبر 2024، بوقت 4:04 پی ایم
21. کلیات اقبال (فارسی) ایضاً ص 760
22. محمود نظامی، ملفوظات اقبال) لاہور : اشاعت منزل ، ۱۹۴۹ء ص 184
23. محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ کلیات اقبال، فارسی (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان طبع اول) 2019ء ص 749
24. کلیات اقبال (فارسی) ایضاً ص 761
25. کلیات اقبال (فارسی) ایضاً ص,762
26. جاوید اقبال، جاوید نامہ اقبال، نثری ترجمہ، آسمانی ڈرامہ کی ہیئت میں (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز 2014 سرورق

کتب استفادہ

1-عبدالمغنی ڈاکٹر، اقبال کا نظام فن، (لاہور: اقبال اکادمی، پاکستان، طبع ثانی ۱۹۹۰ء

2۔ اردو لغت جلد چہارم مدیران ڈاکٹر مولوی عبدالحق مرحوم، ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری اردو لغت بورڈ کراچی ۱۹۹۶ء

3۔اسد اللہ خاں،غالب،دیوان غالب،(لاہور:خزینہ علم وادب باراول)۲۰۰۱ء
4۔وقار عظیم،سید،اقبال شاعر اور فلسفی(لاہور:تصنیفات طبع اول1968ء
5۔عبد المغنی،ڈاکٹر،اقبال کا نظام فن،(لاہور:اقبال اکادمی پاکستان طبع ثانی)۱۹۹۰ء
6۔فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،اقبال سب کے لیے(کراچی:اردو اکیڈمی سندھ،طبع اول)۱۹۷۸ء
7۔محمد اقبال،ڈاکٹر،علامہ کلیات اقبال،فارسی(لاہور:اقبال اکادمی پاکستان طبع اول)2019ء
8۔محمد،طاہر فاروقی،سیرت اقبال،(لاہور:قومی کتب خانہ)۱۹۷۸ء
9۔ یوسف حسین خاں،روحِ اقبال،(لاہور:القمر پبلی کیشن،طبع اول۱۹۹۶)ء
10۔عبد الشکور احسن،ڈاکٹر،اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ(لاہور:اقبال اکادمی2000ء
11۔خلیفہ عبدالحکیم ڈاکٹر،فکر اقبال،(لاہور:بزم اقبال،2013ء)
12۔خالدہ جمیل،مباحث اقبال(لاہور:اپنا ادارہ2004
13۔ڈاکٹر سید عبد اللہ،طیف اقبال(لاہور:اکیڈمی2009ء
14۔جاوید اقبال اپنا گریباں چاک ،(لاہور :سنگ میل پبلی کیشنز ،2002
15۔محمود نظامی، ملفوظات اقبال،(لاہور : اشاعت منزل ، ۱۹۴۹ء
16۔کلیات اقبال(اردو)اقبال اکیڈمی،لاہور طبع یازدھم،2013